غنڈہ ٹیکس

صبا احمد

اس انشورنس ایجنٹ کا قصہ جس سے بیمہ پالیسی
نہ خریدنے والے اداروں میں بموں کے
دھماکے ہو رہے تھے۔
ایک دلچسپ اور عبرت انگیز کہانی

اس سے پہلے، پانچ مختلف مقامات پر بموں کے دھماکے ہو چکے تھے۔ تین بم مختلف ہوٹلوں میں پھٹے تھے اور دو سنیما ہالوں میں، ان واقعات میں جو گزشتہ ایک ماہ کے دوران پیش آئے تھے۔ مرنے والوں کی تعداد کافی تھی۔ میں نے یہ خبریں پڑھی تھیں لیکن مجھے حیرت تھی کہ مرنے والوں کی تعداد اتنی کم کیوں ہے جبکہ سنیما ہال اور ہوٹل تو ہر وقت لوگوں سے بھرے رہتے ہیں۔ لیکن جب چھٹی واردات ہوئی تو یہ بات میری سمجھ میں آ گئی۔ کیونکہ میں چند منٹ قبل ہی وہاں پہنچا تھا۔ یوں تو شہر میں درجنوں نائٹ کلب ہیں۔ نیک نام بھی اور بدنام بھی۔ مگر میرے 'فائیو اسٹار کلب' جانے کی واحد وجہ روز میری ہے (جسے روزی کہنے کا حق میرے سوا کسی کو حاصل نہیں) میں روزی کو چاہتا ہوں جو اس کلب کی مالک ہے اور روزی مجھے چاہتی ہے اور چاہت کا یہ سلسلہ برسوں سے قائم ہے۔ اس معاملے میں ہم دونوں روایات کے پابند

نہیں مگر وفاداری کو رسم نہیں شرطِ ایماں سمجھتے ہیں ہم دونوں نے نہ تو شادی کی ہے اور نہ کبھی شادی کی بات کی ہے۔

میں دوسری جنگ عظیم کے دوران سارجنٹ تھا اور لاؤڈ اسپیکر کہلاتا تھا کیونکہ پریڈ کراتے وقت میری آواز وہ سپاہی بھی سن لیتے تھے جو اچھے خاصے بہرے تھے۔ پھر ایک محاذ پر میری ملاقات روزمیری سے ہوئی جو نرس تھی اور میری تیمارداری پر مامور تھی کیونکہ میں آدھی ٹانگ سے محروم ہو کر ہسپتال میں لیٹا تھا۔ یہ برسوں پرانی بات ہے۔ اب میں سراغ رسانی کرتا ہوں اور میری آدھی ٹانگ لکڑی کی ہے مگر اس آدھی ٹانگ کے بدلے روزی جیسی لڑکی کی چاہت کوئی گھاٹے کا سودا نہیں۔

روزی کے کلب میں جو لوگ ملازم ہیں وہ ایک زمانے میں میرے ماتحت تھے یا کسی محاذ پر میرے ساتھ رہ چکے تھے۔ اور ان کو روزی کے کلب میں رکھوانے کا ایک مقصد یہ تھا کہ روزی محفوظ رہے۔ نائٹ کلب میں کبھی کبھی ہنگامہ بھی ہو جاتا ہے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ پرانے دوستوں سے ملاقات ہوتی رہے اور پرانے وقتوں کی یاد تازہ رہے۔ ان میں سے ایک کلب کا منیجر اسٹاؤٹ تھا جو اپنے ساڑھے چھ فٹ کے قد اور تین سو پونڈ کے وزن کی وجہ سے آدمی کم اور دیو زیادہ لگتا تھا۔ باقی لوگ نسبتاً کم اہم عہدوں پر فائز تھے۔

اس روز بھی میں کلب پہنچا تو میں نے اسٹاؤٹ کو اپنی جسمانی قوت کا زبردست مظاہرہ کرتے دیکھا۔ اس نے ایک اچھے بھلے معزز آدمی کو گردن اور پتلون کی بیلٹ سے تھام کر دونوں ہاتھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ اور اس دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ جو سڑک پر کھلتا تھا۔ "اسٹاؤٹ" میں نے چلا کر کہا۔ "یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

"کچھ نہیں سر" وہ بولا۔ "ذرا یہ چیز باہر پھینک آؤں پھر عرض کرتا ہوں۔"

جسے وہ 'چیز' کہہ رہا تھا وہ پینتیس چالیس برس کی عمر کا اور تقریباً چھ فٹ قد کا آدمی تھا جس کا وزن بھی دو سو پونڈ کے لگ بھگ تھا مگر وہ اسٹاؤٹ کی گرفت میں قطعی بے بس نظر آ رہا تھا اور اس کا مچلنا اور چیخ و پکار کرنا اسٹاؤٹ کو اس کے ارادے سے باز رکھنے میں فائدہ مند ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ پلک جھپکتے میں اسٹاؤٹ اسے پھینک کر اپنی سیٹ پر کاؤنٹر کے پیچھے آ بیٹھا جہاں وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتا ہوا نظر آتا تھا۔

"اس نے کیا قصور کیا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"قصور؟" وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔ "قصور تو مجھے معلوم نہیں۔ مس روزمیری نے کہا تھا کہ اسے باہر پھینک دو۔ میں نے پھینک دیا۔"

یہ اسٹاؤٹ کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ وہ ہر حکم کی تعمیل حرف بحرف اور بلا چوں و چرا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ بڑا اچھا سپاہی تھا اور بہادری کے بہت سے تمغے اس کے پاس محفوظ تھے۔

روزمیری اس کمرے میں تھی جس کے دروازے پر بڑے بڑے حروف میں پرائیوٹ لکھا ہوا تھا۔ کلب کے اس حصے میں اس کی رہائش تھی۔ جب میں اندر پہنچا تو وہ آئینے کے سامنے اپنی زلفیں سنوار رہی تھی اور اس کا گلابی چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

"اس غریب کا کیا قصور تھا جس کے تم نے ابھی ابھی سڑک پر پھینکنے کے احکامات جاری کئے تھے؟" میں نے پوچھا "دو چار ہڈیاں تو ضرور ٹوٹ گئی ہوں گی اس کی۔"

"اگر ساری ٹوٹ گئی ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔" روزی نے کہا اس کا مزاج ابھی تک برہم تھا۔ "مجھے دھمکی دینے آیا تھا۔ کمینہ!"

"دھمکی؟ کیسی دھمکی؟ کس بات کی دھمکی؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"کہتا تھا اپنے کاروبار کا بیمہ کرا لو ورنہ نقصان ہو گا [illegible]۔ جیسے دھماکے کیفے لبرٹی اور کیفے رائل اور جوبلی سینما اور نیشن وغیرہ میں ہوئے تھے۔ ویسا ہی دھماکہ یہاں بھی ہو جائے گا۔ لوگ کلب آنا چھوڑ دیں گے۔ کاروبار چوپٹ ہو جائے گا۔" وہ بولی۔

"کیا وہ آج پہلی بار آیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایک ہفتے سے روز ہی آ جاتا تھا۔ میں روزانہ اسے ٹال دیتی تھی لیکن آج تو اس نے حد کر دی۔ خیر۔ اب نہیں آئے گا۔" اس نے برش رکھتے ہوئے کہا۔ "اور آیا تو واپس نہیں جائے گا۔"

اسی وقت ایک دھماکہ ہوا جس سے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہوئی چیزیں نیچے گر گئیں۔ گلدان الٹ گئے۔ تصویریں دیوار سے فرش پر گریں اور روزی چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی مگر میں نے خود کو اس سے چھڑایا۔ اسے سکون سے بیٹھنے کی ہدایت کی اور باہر بھاگا۔ دھماکہ کلب کے برآمدے میں ہوا تھا۔ مگر یہ برآمدہ کھلا ہوا نہیں تھا۔ لمبائی کے رخ سامنے کا پورا حصہ شیشے کی ایک دیوار سے بند تھا جس کے اندر خواتین اندر آنے سے پہلے اپنے کوٹ لٹکاتی تھیں، مرد اپنے ہیٹ رکھتے تھے اس کے علاوہ لکڑی کے ایک بورڈ پر بنے ہوئے خانوں میں ممبروں کے نام کلب کی معرفت آنے والے خطوط رکھے رہتے تھے۔ اس کے پیچھے تین ہال تھے۔ ایک کھانے کیلئے مخصوص تھا، دوسرا ڈانس کیلئے اور تیسرا جوا کھیلنے والوں کے لئے۔ بم کسی نے باہر سے پھینکا تھا جو برآمدے کے شیشے توڑ کر اندر آ گرا تھا۔ وہاں اس وقت چند ممبر اپنی ڈاک دیکھ رہے تھے۔ اور شاید کچھ لوگ اور بھی تھے جو ابھی پہنچے تھے یا جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ دھماکے سے وہ سب مارے گئے تھے اور درمیانی دیوار کے گر جانے سے وہ ہال بھی تباہ ہوا تھا جو کھانے کے لئے مخصوص تھا۔

"اسٹاوٹ" میں نے چلا کر کہا "کوئی جانے نہ پائے۔" جیسا کہ میں نے عرض کیا میری آواز بہت پہلے لاؤڈ اسپیکر کی طرح تھی۔ مگر اب بھی کم نہیں۔ چنانچہ ساری چیخ پکار اور ہنگامے کے باوجود اسٹاوٹ نے میری آواز سن لی اور باہر جانے والے راستے پر کسی پہاڑ کی طرح جم کر کھڑا ہو گیا۔ اور کلب کے ملازم بھی چاروں طرف سے عمارت کی نگرانی کرنے لگے۔ میں باہر آیا قطار میں کھڑی ہوئی گاڑیوں میں سے صرف ایک کی لائٹیں روشن تھیں اور انجن اسٹارٹ کرنے والے نے گاڑی کو باہر نکالا ہی تھا کہ میں نے اس کا راستہ روک لیا۔ ڈرائیور نیچے اترا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ "مسٹر کارٹر" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ مسٹر کارٹر شہر کی جانی پہچانی شخصیت تھے اور عام خیال یہی تھا کہ آئندہ انتخابات میں وہ شہر کے میئر منتخب ہونگے۔ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے انہیں بیوی کے ساتھ کھانے کے کمرے میں دیکھا تھا اور جب میں روزی کے کمرے کی طرف جا رہا تھا تو دونوں میاں بیوی جانے کیلئے کھڑے ہو رہے تھے۔ شاید اس کے بعد مسٹر کارٹر گاڑی لینے چلے گئے تھے اور ان کی بیوی برآمدے میں سے اپنا کوٹ اور ان کا ہیٹ لینے رک گئیں اور اس وقفہ میں وہ بم اندر آگرا جس نے اُن کے راستے ہمیشہ کیلئے الگ کر دیئے۔ مسٹر کارٹر کا رنگ لاش کی طرح سفید ہو رہا تھا اور وہ پھٹی پھٹی ہوئی آنکھوں سے کلب کے اس حصّے کو دیکھ رہے تھے جو اب کھنڈر ہو چکا تھا۔ اور جہاں ہنگامۂ محشر بپا تھا۔

"مسٹر مورس" مسٹر کارٹر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "وہ... ہیلن.... میری بیوی... وہ برآمدے میں تھی" یہ سوال نہ تھا 'آرزو ہے فریب آرزو مطلب مجھے' والی بات تھی کہ امید تو نہیں مگر کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ بچ گئی ہو؟ اس سے قبل کہ میں ان سے جھوٹی تسلی کے الفاظ کہتا میری نگاہ کلب کے بیرونی احاطے کی سمت گئی۔ اندر آنے والے راستے کو مسٹر کارٹر کی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نے روشن کر دیا تھا۔ اس روشنی میں مجھے نظر آیا کہ عین دروازے میں دو کاروں کا تصادم ہوا ہے ایک پرائیوٹ کار تھی جو باہر جا رہی تھی اور دوسری ایک ٹیکسی تھی جو اندر آ رہی تھی۔ تصادم شاید دھماکے کے ساتھ ہی ہوا تھا اور اس ہنگامے میں کسی نے اس حادثے پر توجہ نہیں کی تھی۔ لیکن غلطی یقیناً پرائیوٹ کار والے کی تھی جو اندر آنے والے راستے سے باہر جانے کی کوشش کر رہا تھا اب میں نے دیکھا کہ پرائیوٹ کار کا مالک وہی ہے جسے اسٹاوٹ نے اٹھا کر باہر پھینکا تھا، ٹیکسی والا اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ میں مسٹر کارٹر کو چھوڑ کر دروازے کی طرف بھاگا مگر اس نے مجھے آتے دیکھا تو دوسرے ہی لمحے وہ ٹیکسی ڈرائیور کو دھکا دے کر نکل گیا۔ کسی پرائیوٹ کار کے مالک اور صورت سے شریف نظر آنے والے معزز شخص کی یہ حرکت بالکل غیر متوقع تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور جھاڑیوں میں جا گرا اور اس کے اٹھنے سے پہلے دوسرا شخص دوڑتا ہوا نکل گیا۔ اگر میری آدھی ٹانگ لکڑی کی نہ ہوتی تب بھی میرا اس کے پیچھے دوڑنا اور اسے پکڑ لینا تقریباً ناممکن تھا۔ میں دروازے تک پہنچا تو ٹیکسی ڈرائیور اٹھ کر کپڑے جھاڑ رہا تھا "میری کوئی غلطی نہیں تھی جناب" وہ مجھے دیکھتے ہی بولا "آپ دیکھئے وہ کس راستے سے باہر جا رہا تھا اور اسکی رفتار بھی اتنی تیز تھی جناب والا" میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کیا اور اسے اپنے ساتھ اندر لے آیا۔ مسٹر کارٹر کو بھی میں نے اندر آنے کیلئے کہا اور ایک بار پھر اپنی لاؤڈ اسپیکر جیسی آواز میں اعلان کیا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر جا کے خاموش بیٹھ جائیں۔ اس کا فوری اثر ہوا جس ہجوم کو اسٹاوٹ نے روک رکھا تھا وہ منتشر ہو گیا اور سہمے ہوئے لوگ

خاموشی سے بیٹھ گئے۔ پھر میں نے اسٹاوٹ کو حکم دیا کہ وہ پہلے پولیس کو طلب کرے۔ زخمیوں کے لئے ایمبولینس بلوائے اور پھر دیکھے کتنے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ چارلس اگر پولیس کی نوکری نہ کرتا تو کسی سرکس میں جوکر ہو سکتا تھا۔ کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار وہ میرے بارے میں کرتا تھا مگر اس کے باوجود ہمارے تعلقات خوشگوار رہتے۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہی ہیٹ اتار کر روزی کے سامنے سر خم کیا، مسکرایا اور پھر میری طرف یوں دیکھا جیسے بم میں نے ہی پھینکا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک سارجنٹ کو بھی سوتے سے اٹھا لایا تھا جو ابھی تک اونگھ رہا تھا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی۔ اگر اسے رات کو جاگنا پڑتا تو اکیلا نہیں جاگتا تھا۔ "مورس" وہ سگار کا کونہ چباتے ہوئے بولا۔ "میری ڈیوٹی پانچ بجے ختم ہو جاتی ہے اور اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"یہ بات بم پھینکنے والے کو یقیناً معلوم نہیں تھی۔" میں نے کہا۔

"تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ دھماکہ بم کا تھا؟" وہ مشتبہ لہجے میں بولا۔

"جب تم اسکول میں پٹاخے چلاتے تھے تو میں دوسری جنگ عظیم میں شریک تھا۔" میں نے کہا۔ وہ کچھ دیر اس صورت حال پر غور کرتا رہا پھر اس نے محسوس کیا کہ اس کیس میں وہ مجھ سے جان نہیں چھڑا سکے گا۔ اسے میرے اور روزی کے تعلقات کا علم تھا اور میں واردات کے وقت موجود تھا۔ چنانچہ اس نے کلب کے ارد گرد اپنے آدمی کھڑے کئے ہیڈ کوارٹر کو اس گاڑی کے نمبر سے مطلع کیا جو گیٹ پر ٹیکسی سے ٹکرائی تھی، انگلیوں کے نشانات دیکھنے والے اور بم کا سراغ لگانے والے ماہرین کو طلب کیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تمہیں یقین ہے کہ فرار ہونے والا وہی شخص تھا جس نے بم پھینکنے کی دھمکی دی تھی؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "میرے علاوہ اسے مسٹر کارٹر نے بھی دیکھا تھا۔"

"یس سر۔" مسٹر کارٹر نے کہا۔ "دیکھا تو اسے میری بیوی نے بھی تھا۔ اس وقت جب اسٹاوٹ اسے پھینکنے کیلئے باہر لے جا رہا تھا۔"

"آپ صرف وہ بتلایئے جو آپ نے باہر دیکھا تھا۔" میں نے کہا۔

"یس سر۔" مسٹر کارٹر نے کہا۔ "میں اپنی بیوی کے ساتھ روانگی کے ارادے سے اٹھا تھا لیکن میری بیوی میراہیٹ اور اپنا کوٹ لینے اور ڈاک دیکھنے کیلئے برآمدے میں رک گئی اور میں گاڑی نکالنے کیلئے باہر آ گیا۔ اس وقت ایک اور شخص اپنی گاڑی نکال چکا تھا اور بہت جلدی میں تھا۔ کار کا رخ بھی مخالف سمت میں تھا یعنی وہ اندر آنے والے راستے سے باہر جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس ایک سیکنڈ کیلئے اس نے اپنی کار روکی اور میں نے شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنی۔ پھر اس نے اپنی گاڑی تیزی سے آگے بڑھائی۔ میں اس وقت تک اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا۔ شبہ تو مجھے فوراً ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اپنی کار تیزی سے نکالی مگر اس شخص کی کار دروازے سے نکلتے ہوئے ایک ٹیکسی سے ٹکرا گئی تھی۔ پھر مسٹر مورس نے بھی میرا راستہ روک لیا اور میں نیچے اتر آیا لیکن میری کار کی روشنی سیدھی دروازے پر پڑ رہی تھی جہاں وہ شخص اس ٹیکسی والے سے کوئی بات کر رہا تھا۔ روشنی میں مسٹر مورس نے بھی اسے پہچان لیا اور انہوں نے چلا کر ٹیکسی والے ڈرائیور سے کہا کہ وہ اسے جانے نہ دے مگر اس سے پہلے وہ شخص خبردار ہو گیا اور بھاگ نکلا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب بھی اسے کم سے کم چار آدمی شناخت کر سکتے ہیں۔ مس روزمیری۔ مسٹر اسٹاوٹ۔ مسٹر کارٹر اور یہ ٹیکسی ڈرائیور۔"

چارلس نے کہا۔

"کیا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے" میں نے کہا "یا تمہیں شبہ ہے کہ میں غلط آدمی کو شناخت کر دونگا"

"کسی کے سمجھنے یا سمجھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا" چارلس نے فلسفیانہ انداز میں کہا "میرا خیال ہے اب باقی لوگ جا سکتے ہیں۔ صرف وہ لوگ میرے ساتھ پولیس ہیڈکوارٹر جائیں گے جو مجرم کی شناخت کر سکتے ہیں" آہستہ آہستہ سارا مجمع منتشر ہو گیا۔ کلب کے اندر ستائیس افراد کی لاشیں اور ان کے شکستہ اعضا رہ گئے، ملبے کا ڈھیر اور ٹوٹا پھوٹا فرنیچر رہ گیا۔ جب بم کے دھماکوں کا اور انگلیوں کے نشانات کا سراغ لگانے والے آ گئے اور ہسپتالوں کی اور مردہ خانوں کی گاڑیاں آ گئیں اور پریس کے فوٹوگرافر آ گئے تو ہم پولیس ہیڈکوارٹرز روانہ ہوئے اس وقت رات کے دو بجے تھے۔

ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھ کر ہم نے سینکڑوں مجرموں کی تصاویر کو دیکھنا شروع کیا اور باری باری مسترد کرتے گئے بالآخر مسٹر کارٹر نے ایک تصویر کو دیکھ کر کہا "یس سر۔ مجرم یہی ہے" شبے کی کوئی گنجائش نہ تھی ہم سب نے جو مجرم کو دیکھ چکے تھے۔ اتفاق رائے سے مسٹر کارٹر کے حق میں گواہی دی بیس منٹ بعد اس شخص کی فائل چارلس کے پاس آ گئی "جیک ہیرسن" چارلس نے پڑھنا شروع کیا "دوسرا نام جیک ڈل۔ تیسرا نام جیک ڈلر اور چوتھا نام جیک ڈل مین۔ عمر اکتالیس سال۔ ستائیس مرتبہ گرفتار ہوا دس مرتبہ عدم ثبوت کی بنا پر بچ گیا۔ تیرہ بار چھوٹی چھوٹی چوریاں کرنے کے الزام میں جرمانے یا ایک ماہ تک کی جیل کاٹی چار مرتبہ کاریں چرانے کے الزام میں لمبی سزا پائی۔ یہ گزشتہ پچیس برس کا ریکارڈ ہے۔ آخری مرتبہ کار چرانے کے الزام میں سال بھر کی قید کاٹی تھی اور تین ماہ پہلے رہا ہوا تھا۔ موجودہ پتہ نامعلوم" ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر چارلس نے ریسیور اٹھایا اور چند منٹ تک اپنا سر ہلاتا رہا میں اس کے سپاٹ سر سے منعکس ہونے والی روشنی کو دیکھتا رہا کیونکہ باقی لوگ روزمیری کو دیکھ رہے تھے۔

"تازہ ترین واردات اس کار کی چوری کی ہے" وہ ریسیور رکھتے ہوئے بولا "جس میں فرار ہوتے ہوتے اس نے ٹیکسی کو ٹکر ماری" یہ اطلاع یقیناً اس فون کال سے موصول ہوئی تھی۔

"میرا نقصان اب کون پورا کرے گا؟" ٹیکسی ڈرائیور نے فریاد کے انداز میں کہا۔

"بیمہ کمپنی" میں نے کہا "ظاہر ہے مالک اس نقصان کا ذمہ دار نہیں" یہ بڑی بے رحم مگر ناقابل تردید حقیقت تھی۔ کہ ایک ٹیکسی کے نقصانات کی تلافی ممکن تھی، کاروبار کے نقصانات کی تلافی ممکن تھی مگر ان ستائیس افراد کے جسم و جاں کے زیاں کی تلافی ممکن نہ تھی۔ جو دھماکے سے ایک لمحہ قبل زندگی کے احساس اور اعتماد اور یقین میں ان سے کم نہ تھے جو ایک لمحہ بعد بھی زندہ رہے۔

چارلس دونوں پیر میز پر پھیلائے آنکھیں بند کئے کرسی پر بیٹھا تھا مگر میرے قدموں کی آہٹ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے سامنے رکھا ہوا سگار باکس دراز میں رکھ لیا۔ میں نے اسکے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے جیب سے دو سگار نکالے "اس بداخلاقی کی کوئی ضرورت نہیں تھی" میں نے کہا "میں آج خود کفیل ہوں" پھر میں نے ایک سگار رشوت کے طور پر اس کے سامنے رکھا اور ایک اپنے لئے جلایا، چارلس نے سگار کو سونگھا تعریفی انداز میں سر ہلایا اور سگار کو جیب میں رکھ لیا "ایک خبر تو یہ ہے کہ وہ بم دوسری جنگ عظیم کے دوران استعمال ہونے والے نمونے کا تھا" چارلس نے کہا "دستی بم جسے پن منہ سے نکال کر پھینکا جائے تو ٹھیک پانچ سیکنڈ بعد پھٹ جاتا ہے۔"

"یہ اطلاع بالکل بے مصرف ہے" میں نے کہا۔

"اوکے" چارلس نے کہا "دوسری اطلاع یہ ہے کہ مجرم خود کو جس بیمہ کمپنی کا نمائندہ ظاہر کرتا تھا اس کا کوئی وجود نہیں ہے"

"اسکا مجھے اندازہ تھا کیونکہ ہفتہ بھر تک روزی سے ملتے رہنے کے باوجود اس شخص نے اپنے نام کا کارڈ پیش نہیں کیا تھا" میں نے کہا "سیلز مین عموماً سب سے پہلے اپنا اور کمپنی کا تعارف کارڈ ہی سے کراتے ہیں"

"ایک سگار کے بدلے میں اور کیا بتاؤں" وہ بولا "ہر بات یا تو بے مصرف ہے یا تمہیں پہلے سے معلوم ہے"

"وہ بات سارے فسانے میں جسکا ذکر نہیں" میں نے کہا "جو تم گول کر گئے ہو"

"اگر یہ عام کیس ہوتا تو میں تمہیں اتنا بھی نہ بتاتا" چارلس نے کہا "مگر تمہارے اور روزمیری کے تعلقات کو دیکھتے ہوئے۔ جو سونی صد ناجائز ہیں مگر چونکہ میں تمہارا باپ نہیں کہ تمہیں سمجھاتا پھروں۔ اسلئے تمہیں یہ بتا دینے میں حرج نہیں کہ کسی نے اس شخص کو بھی قتل کر دیا ہے جسے تم لوگوں نے مجرم کی حیثیت سے شناخت کیا تھا جیک ڈل یا ڈلر یا ڈل مین۔ اس کی لاش صبح نو بجے دریا سے نکالی گئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اس کی موت رات دو اور تین بجے کے درمیان واقع ہوئی"

"یعنی عین اس وقت جب ہم اسے شناخت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ غالباً یہی اسکی بدقسمتی تھی کہ اسے شناخت کرنے والے بہت تھے اور جس نے اسے یہ جرم کرنے کیلئے منتخب کیا تھا اسے یہ خدشہ لاحق ہوگیا تھا کہ وہ پکڑا گیا تو اصل مجرم بے نقاب ہو جائیگا۔" چارلس نے کہا۔

"اور اصل مجرم یہ بھی جانتا ہوگا کہ وہ ضرور پکڑا جائے گا کیونکہ اسکی تصویر پولیس کے پاس ریکارڈ پر ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلتا ہوں۔"

"آج ملتے مہربان کیوں ہو۔" چارلس نے کہا۔ "کافی تک نہیں پی رہے ہو۔۔"

"میں بے حد مصروف آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔ "مجھے اصل مجرم کو پکڑنا ہے۔ ٹانگیں میز پر رکھ کر سونا نہیں ہے۔"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "کیسے پکڑو گے تم اصل مجرم کو۔" وہ مسکرایا۔

"اگر میں اپنا طریق کار ہر ایرے غیرے کو بتاتا پھروں تو میری سراغ رسانی کا دھندا چوپٹ ہو جائے۔" میں نے باہر نکلتے نکلتے کہا۔ چارلس مجھے یوں دیکھتا رہا۔ جیسے میں نے کوئی انتہائی مضحکہ خیز اور بے سر و پا بات کی ہے۔ "میں ایک گھنٹے کے اندر اندر مجرم کو پکڑ لوں گا۔" میں نے دروازے میں رک کر اعلان کیا۔

"پکڑنا تو ہمارا کام ہے۔" اس نے چلا کر کہا۔ "میں یہیں بیٹھا ہوں فون کر دینا مجھے اگر ضرورت پڑے۔" اس کے لہجے میں تمسخر بھی تھا اور یہ اندیشہ بھی کہ کہیں میں اپنا کہا سچ ہی نہ کر دکھاؤں۔

❁

اب تک ہونے والی تمام وارداتوں میں ایک بات مشترک تھی اور وہ یہ کہ بم پھینکنے والوں نے کم سے کم افراد کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی پہلے تین دھماکے باتھ روم میں ہوئے تھے اور ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے زیادہ تر افراد محفوظ رہے تھے اگر دستی بم ریسٹورنٹ میں پھینک دیا جاتا تو مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی۔ اسی طرح سینما ہال کے کیفے کو نشانہ بنانے کی بجائے دونوں بم براہ راست ہال میں گرتے تو مرنے والوں کی تعداد کئی گناہ ہوتی۔ آخری واردات کا عینی گواہ میں خود تھا۔ بم برآمدے کی بجائے درمیان کے ہال میں پھینکا جاتا تو بہت کم لوگ بچتے کیونکہ کھانے کے کمرے میں رات نو بجے کے بعد عموماً بہت کم لوگ ہوتے ہیں بیشتر ممبر درمیان کے ڈانس ہال میں یا اس سے آگے جوا کھیلنے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ ڈانس ہال میں دھماکے کے ساتھ دونوں کمرے بھی تباہ ہو جاتے۔

ان حقائق کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ مجرموں کا اصل مقصد خوف و ہراس پھیلانا اور دہشت زدہ کرنا تھا۔ جیسے وہ دھمکی کے طور پر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے کیا محض ان کی تخریبی قوت کا ایک نمونہ تھا اور وہ اس سے کہیں زیادہ کرنے کے اہل ہیں۔

پہلا حادثہ کیفے رائل میں پیش آیا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دوپہر کا کھانا کھانے والوں سے ہال بھرا ہوا تھا مگر میں سیدھا کاؤنٹر پر گیا جہاں کیفے کا اطالوی مالک بڑی تیزی سے بل بنانے میں مصروف تھا اور چلا چلا کر احکامات جاری کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے ہاتھوں کی حرکت بھی رک گئی اور حلق سے نکلنے والی آواز بھی۔ "مسٹر مورس!" اس نے بے حد دوستانہ لہجے میں ہاتھ پھیلا کر کہا اور اسکی مسکراہٹ لبوں کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھیل گئی۔ "زہے نصیب۔ آج ٹونی کی یاد کیسے آگئی۔ خیر وجہ بعد میں بتانا پہلے کھانا کھا لیں۔" میرے کچھ کہنے سے پہلے اس نے منیجر کو پکارا جو اس وقت ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے گاہکوں کے درمیان گھوم رہا تھا۔ اور ان سے فرداً فرداً پوچھ رہا تھا کہ انہیں کوئی شکایت تو نہیں اور ہر ویٹرس کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا تھا۔ اس کے آتے ہی ٹونی کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آیا اور ہمیشہ کی طرح مجھے کھینچ کر باورچی خانہ میں لے گیا جہاں ایک ہنگامہ برپا تھا مگر ٹونی کی میز ایک کونے میں لگی ہوئی تھی۔ جہاں باورچی خانہ میں آنے جانے والوں اور برتنوں کے اٹھانے پٹخنے کا شور تو سنائی دیتا تھا۔ مگر یہ میز کسی کی راہ میں حائل نہ تھی۔ ٹونی نے دوسری کرسی گھسیٹی اور نہ جانے کس کس چیز کا آرڈر دے دیا۔ میں بے نیازی سے بیٹھا رہا۔ ایک تو مجھے اطالوی کھانے پسند ہیں۔ دوسرے باورچی خانے کی خوشبوؤں سے میری بھوک اور چمک اٹھی تھی۔

کھانے کے بعد جب کافی آئی اور ٹونی نے مجھے ٹرکش سگار پیش کئے تو میں نے کہا۔ "ٹونی۔ بم کے دھماکے سے تو تمہارا بہت نقصان ہوا ہوگا۔" جواب میں ٹونی نے پہلے لاقانونیت کا ذکر کیا جو اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس جیسے شریف آدمی کا شرافت سے زندہ رہنا دشوار تھا (ٹونی ایک زمانے میں خاصا شہرت یافتہ مجرم تھا) پھر اس نے پولیس کی نااہلی کا شکوہ کیا جو اب تک ایک بھی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکی تھی اور آخر میں اپنے نقصانات کے اعداد و شمار کو دس سے ضرب دے کر پیش کیا۔ "میرا تو کاروبار ہی چوپٹ ہو جاتا اگر میرے گاہک آپ جیسے مستقل مزاج کرم فرما نہ ہوتے۔"

"یا خدانخواستہ دھمکی دینے والے ایک بم اور پھینک دیتے۔" میں نے کہا۔

وہ بری طرح چونکا۔ "دھمکی۔ کیسی دھمکی مسٹر مورس؟ مجھے

توکسی نے بھی دھمکی نہیں دی پھر دوسرا بم پھینکنے کا کیا سوال وہ توکسی کی شرارت تھی۔" اس نے اپنے لہجے میں اعتماد برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"شرارت؟" میں نے اس پر نظر جما کر کہا۔ "پٹاخہ چلانے کو تو شرارت کہا جا سکتا ہے ٹونی مگر دستی بم پھینکنا بڑا سنگین جرم ہے اور میرا خیال ہے وہ پٹاخہ نہیں تھا۔"

وہ نروس ہو گیا۔ "یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ دیکھئے نا یہ دھماکے تو جگہ جگہ ہو رہے ہیں۔ مثلاً ابھی کل ہی۔"

"وہ مجھے معلوم ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "جب فائیو اسٹار کلب میں دھماکہ ہوا تو میں وہیں موجود تھا۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس کلب سے میرا کیا تعلق ہے۔"

"کلب سے یا اس کی مالکہ سے؟" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ تو سب کو معلوم ہے مسٹر مورس۔"

"درست۔" میں نے کہا۔ "چنانچہ مجھے یہ معلوم ہے کہ بم پھینکنے والے نے واردات سے پہلے روز میری کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے کلب کا بیمہ نہ کرایا اور ہر ماہ بیمے کی رقم ادا کرنے پر رضامند نہ ہوئی تو کلب کو کیفے رائل کی طرح بم سے اڑا دیا جائے گا اور روز میری نے وہی حماقت کی جو تم نے کی تھی۔" میں نے ایک انگلی ٹونی کے سینے پر رکھ کر کہا۔ اس کا رنگ اڑ گیا یوں جیسے میں نے اس کے سینے پر انگلی نہیں ریوالور کی نالی رکھ دی ہے۔ "روز میری نے اسے اٹھا کر باہر پھینک دیا تھا۔"

"میں نے تو اس کی ناک پر صرف ایک مکہ مارا تھا۔" ٹونی کچھ دیر بعد بولا۔ "مگر وہ بڑا حرامی تھا۔ اس وقت تو چپ چاپ نکل گیا مگر اس کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد باتھ روم اڑ گیا۔"

"اور وہ شخص تمہارے ہاتھ نہیں آ سکا اور وہ لوٹ کر بھی نہیں آیا۔" میں نے کہا۔ "رائٹ؟"

"یہ۔ یہ سب۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" ٹونی نے ہکلا کر کہا۔ میرا تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔

"کیا اس کے بعد تمہیں کسی نے فون کیا تھا؟" میں نے پوچھا اور ٹونی نے اقرار میں سر ہلایا۔ "اور فون کرنے والے نے یہ کہا تھا کہ تم ہر ماہ مطلوبہ رقم ادا کرنے پر رضامند نہ ہوئے تو دوسرا بم باتھ روم کی بجائے ہال میں پھینکا جائے گا؟" ٹونی نے پھر گردن ہلائی۔ اب اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ جھوٹ بولنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ "چنانچہ تم نے ڈر کر ہر ماہ غنڈہ ٹیکس ادا کرنے کا وعدہ کر لیا۔" میں نے کہا۔

"بیمہ کی رقم کو غنڈہ ٹیکس کہنا سراسر زیادتی کی بات ہے۔" اس

نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کیا۔
"ٹونی ۔ بیمہ دھمکی دے کر نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ پہلی بار تم سے رابطہ قائم کرنے والا کسی بیمہ کمپنی کا نمائندہ نہیں تھا۔ اس نام کی کسی بیمہ کمپنی کا سرے سے وجود ہی نہیں۔"

"ٹونی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا" پھر۔ وہ کون تھا؟"
"ایک ایسا مجرم جسکے جرائم کا ریکارڈ پچیس برس سے پولیس کے پاس ہے۔" میں نے کہا۔
"پھر مسئلہ کیا ہے۔ پولیس اسے پکڑ کیوں نہیں لیتی۔" ٹونی نے کہا۔
"وہ اب پولیس کی دسترس سے دور جا چکا ہے۔ اب تک وہ دھمکی دینے کے بعد بم پھینک کر فرار ہونے میں کامیاب ہوتا رہا تھا۔ لیکن فائیو اسٹار کلب میں تقدیر نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور وہ پکڑا تو نہیں گیا مگر اسے بہت سے لوگوں نے دیکھ لیا اور اصل مجرم نے اسکی گرفتاری کو اپنی گرفتاری کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے محض اندیشے کی بنا پر اسے ہلاک کر دیا۔" کچھ دیر ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ میں نے ٹونی کو موقعہ دیا کہ وہ صورت حال کو سمجھ لے۔ گو ٹونی جرائم کی زندگی کو خیرباد کہہ چکا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ ذہین ہے۔ ذہانت کے بغیر کوئی کامیاب مجرم بن ہی نہیں سکتا۔ میری بات کا ٹونی پر خاطر خواہ اثر ہوا تھا چنانچہ میں نے اپنی بات جاری رکھی "اندازہ کرو ٹونی کتنے لوگ بے سبب مارے گئے۔ تم نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ناجائز مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور تم اس انکار میں حق بجانب تھے۔ جہاں جہاں بم پھینکا گیا وہاں کسی نے بالکل ایسی ہی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر اس کی سزا کیسے ملی؟ اس کے علاوہ ایسے بھی بہت سے بزدل ہوں گے جو پہلی دھمکی سے ہی خوف زدہ ہو گئے ہوں گے۔ یا شاید ان دھماکوں کے بعد میں انکار کی جرأت نہ رہی ہوگی۔ تمہاری طرح اب وہ بھی ہر ماہ ایک مقررہ رقم دینے کا وعدہ کر چکے ہوں گے کیونکہ وہ اپنے کاروبار کا بیڑہ غرق کرنے سے بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ چپکے سے یہ خراج ادا کر دیں اور محفوظ ہو جائیں مگر سوال یہ ہے ٹونی کہ کیا یہ غنڈہ ٹیکس نہیں ہے؟ کیا تم اور تمہارے جیسے لوگ تاحیات یہ ٹیکس ادا کرتے رہیں گے؟"
ٹونی کسی گہری فکر میں مبتلا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی اندرونی کشمکش کا آئینہ دار تھا۔ ایک طرف وہ میری بات سے اتفاق کرتا تھا تو دوسری طرف تعاون کے انجام سے ڈرتا تھا۔ اسے خطرے کے مقابلے میں وہ رقم بہت کم لگتی تھی جو وہ ادا کرنے کا وعدہ کر چکا تھا اور اسے سو فی صد یقین بھی نہ تھا کہ میں اسکی حفاظت کر سکوں گا اور مجرموں پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔ بالآخر میری ذات پر اعتماد اس کے خدشات پر غالب آیا" مسٹر موریس میں آپکو اس شخص کا نام بتا سکتا ہوں جو گزشتہ بار مجھ سے رقم وصول کرنے آیا تھا لیکن آپ وعدہ کیجیے کہ میرا نام کہیں نہیں لیں گے۔ ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔"
"میں تمہیں تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کل کو وہ دگنی رقم کا مطالبہ کریں۔ پھر چار گنا رقم مانگیں۔" میں نے کہا "تم بالکل مطمئن رہو میں تمہارا نام تک کسی کے سامنے نہیں لوں گا۔" جو نام مجھے ٹونی نے بتایا وہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ مجھے تو یہ بھی معلوم تھا کہ اس نام کے پیچھے کس کا نام ہے۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر مکمل رازداری کا وعدہ کیا اور اسکا شکریہ ادا کر کے عقبی راستے سے گلی میں نکل آیا۔

میری منزل اب گولڈن کلب تھی۔ مجھے کارل وہیں مل سکتا تھا جب میں اس نائٹ کلب میں داخل ہوا۔ تو وہ کاؤنٹر کے پاس کھڑا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ عام حالات میں کسی بات سے پریشان نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی اسکی نگاہ مجھ پر پڑی اس کا بگڑا ہوا چہرہ اور بگڑ گیا۔ کسی زمانے میں وہ باکسر تھا اور اس کے حریفوں نے اسکی اصل صورت کو خاصا بدل دیا تھا۔ میں نے اسے واضح طور پر چونکتے دیکھا۔ پھر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اپنے کوٹ کی اندر والی جیب کی طرف بڑھا اور رک گیا۔
"میرے قتل کا ارادہ کیوں بدل دیا تم نے۔" میں نے اس کے بالکل قریب پہنچ کر کہا۔ "میں مسٹر مائیکل سے ملنے آیا ہوں۔ بم پھینکنے نہیں آیا۔" وہ یوں اچھلا جیسے میں نے سچ مچ اس پر بم پھینک دیا ہے۔
"اس فضول بکواس کا کیا مطلب ہے۔" وہ غرا کر بولا۔ "مسٹر مائیکل کو کوئی ضرورت نہیں ہے تم سے ملنے کی۔"
"ضرورت مجھے ہے کارل۔" میں نے کہا" اور ابھی میں اکیلا آیا ہوں۔ دوسری بار پورا انتظام کر کے آؤں گا۔ ملنے کیلئے نہیں اپنے ساتھ لے جانے کیلئے۔"
کارل کچھ دیر سوچتا رہا پھر شاید اس نے اندازہ کر لیا کہ میں صرف دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔ وہ کچھ دیر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا پھر آہستہ سے مڑا اور کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے پر دستک دے کر اندر چلا گیا چند منٹ بعد وہ پھر نمودار ہوا اور مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔
مسٹر مائیکل کی عمر پچاس برس کے قریب تھی۔ مگر انکی جسمانی صحت قابل رشک تھی۔ مائیکل کی زندگی کا پورا ریکارڈ دنیا بھر کے مختلف ممالک کی پولیس کے پاس تھا۔ دوسری جنگ کے دوران وہ بہت بڑا اسمگلر تھا اور ان تمام چیزوں کو ناجائز طور پر ادھر سے ادھر لے جاتا تھا جن کی جنگ سے متاثر ہونے والے علاقوں میں کمی تھی یا

جن پر حکومتوں نے نقل و حمل کی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔ جنگ کے بعد اس نے سیاہ فام غلاموں کی خرید و فروخت کی اور افریقہ کی برطانوی اور فرانسیسی نوآبادیوں میں بہت منافع کمایا۔ اس کے بعد وہ باقاعدہ بردہ فروش بن گیا اور مشرق وسطیٰ کی مارکیٹ میں لڑکیاں لالا کر بیچنے لگا۔ جب منشیات کا کاروبار پھیلا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹی۔ اس کے ایک کاروبار کو چھوڑ کر دوسرا کاروبار اختیار کرنے کی وجہ ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ کچھ عرصہ بعد وہ پولیس کی نگاہ میں آجاتا تھا اور اسے بعض اوقات پیشہ ہی نہیں نام اور شہریت بدلنے کی ضرورت بھی پڑ جاتی تھی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فرار ہونا پڑتا تھا لیکن وہ ذہین اور جرأت مند ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی خوش قسمت بھی تھا کہ کبھی کسی کے ہاتھ نہیں آیا البتہ ایک وقت ایسا آیا جب اس کیلئے کوئی ناجائز کاروبار نہ رہا اور فرار ہونے کے راستے بھی بند ہو گئے۔ عمر کے ساتھ مستقبل کا خوف بھی لاحق ہو گیا اور اس نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنا سرمایہ ایک نائٹ کلب میں لگا دیا۔ اگر وہ حد سے زیادہ شوقین مزاج نہ ہوتا تو کلب کی آمدنی بہت تھی۔ مگر اس نے اپنی سابقہ زندگی میں لاکھوں کمائے تھے اور لاکھوں اڑاتے تھے اب وہ ہزاروں پر اکتفا نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ درپردہ ایسے بہت سے ناجائز کاروبار بھی کرتا تھا جن کا پولیس کو علم تھا۔ مگر مائیکل گرگ باراں دیدہ تھا۔ اس نے اپنے خلاف کوئی ثبوت یا شہادت چھوڑنے کی غلطی کبھی نہیں کی تھی۔

مائیکل پر نگاہ پڑتے ہی مجھے احساس ہوا کہ اسے میرا وہاں آنا سخت ناگوار گزرا ہے۔ "مائیکل" میں نے کہا "معلوم ہوتا ہے تم مجھے دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے ہو شاید تمہیں میرے یہاں آنے کا سبب معلوم ہے؟"

مائیکل کے چہرے پر نظر آنے والے ناگواری کے جذبات کی شکنیں اور گہری ہو گئیں "یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ میں تم سے ڈرتا ہوں" وہ بولا۔

"کارل بھی مجھے دیکھ کر اتنا نروس ہوا تھا کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی" میں نے کہا "خوف کا یہ ردعمل آخر کیوں۔ کیا فائیو اشار کلب پر بم پھینکنے کے علاوہ بھی تم نے کوئی جرم کیا ہے؟"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ" مائیکل نے مشتعل ہوئے بغیر کہا۔ کارل نے شاید اس کی بات کا وہی مفہوم سمجھا جو اس کے الفاظ کا تھا اور خلاف توقع اس نے اپنے باس کے احکامات کو عملی جامہ پہنانے کی غلطی کی۔ اس نے ایک دم مجھے گھسیٹ کر باہر لے جانے کی جدوجہد میں میرے سر پر ریوالور کے دستے سے وار کرنے کی کوشش کی مگر میں اس کی طرف سے غافل نہ تھا میں اچھل کر ایک طرف ہو گیا دوسرے لمحے میری ایک لات اس کے پیٹ پر پڑی اور وہ درد کی شدت سے دوہرا ہو کر جھکا تو میرے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کھڑے وار نے اسے بے حس کر دیا۔ اتنی دیر میں مائیکل نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا تھا مگر اسے نشانہ لینے کی مہلت نہ ملی۔ میں نے قریب ترین چیز اٹھا کر اس کی طرف پھینکی۔ یہ چیز اتفاق سے ٹیلی فون تھا جس کے تار جھٹکے سے ٹوٹ گئے اور ایک ہی لمحے میں مائیکل نے خود کو اور میں نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلی گولی نے چھت سے معلق شیشے کے گلوب کو چکنا چور کر دیا۔ پھر ٹیلیفون مائیکل کے سینے پر لگا اور وہ لڑکھڑایا میں نے ایک جست لگائی اور اس پر جا پڑا۔ پچاس سال کی عمر میں مائیکل صحت مند ضرور تھا لیکن اس میں مجھ جیسے کسی بھی جوان آدمی کی سی پھرتی نہ تھی میرا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے گردن کے ابھرے ہوئے حصے پر پڑا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر ساکت ہو گیا۔ ان دونوں کی بے ہوشی عارضی تھی کیونکہ میں نے جوڈو کے جو داؤ استعمال کئے تھے وہ معمولی نوعیت کے تھے۔ مہلت ملتے ہی میں نے ان دونوں کو غیر مسلح کیا اور ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اطمینان کی بات یہ تھی کہ اس وقت کلب میں کوئی نہیں تھا ورنہ گولی چلنے کی اور شیشہ ٹوٹنے کی آواز پر ہجوم اکٹھا ہو جاتا۔ احتیاطاً میں نے ان دونوں کو ایک جگہ دیوار کے سہارے یوں بٹھا دیا تھا کہ وہ دونوں سوئے ہوئے نظر آتے تھے اور کمرہ اندر سے بند کرنے کے بعد ریوالور کا رخ ان کی طرف کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مائیکل کو پہلے ہوش آیا اور دو چار بار سر کو جھٹک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اب اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کس حد تک بے بس ہے۔ "آئی ایم سوری" وہ اٹھتے ہوئے بولا "غلطی کارل کی تھی میرا مطلب یہ ہرگز نہ تھا"

"مجھے بھی افسوس ہے" میں نے نیم سنجیدہ لہجے میں کہا "میں نے کوشش کی تھی کہ تمہیں زیادہ چوٹ نہ آئے لیکن مجھے اپنا دفاع تو کرنا ہی تھا"

اس نے میز کی دراز میں سے سگرٹوں کا ایک پیکٹ نکالا "میں اقرار کرتا ہوں کہ بم پھینکنے کی وارداتوں میں میرا ہاتھ تھا" اس نے ایک سگرٹ میری طرف اچھال کر کہا "لیکن یہ بات تمہیں کس نے بتائی ہے"

"میں جانتا ہوں مائیکل کہ تم اطلاع دینے والے کو کیا سزا دو گے اس لئے تم یہ توقع مت رکھو کہ میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کا نام تمہیں بتا دوں گا" میں نے کہا۔

"میں یہ بات اس لئے پوچھ رہا تھا کہ بتانے والے نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے وہ سب درست نہیں ہے" مائیکل نے کہا "فائیو اشار کلب کی واردات میں میرا یا میرے گروہ کے کسی رکن کا ہاتھ نہیں"

"اس لئے کہ تم فائیو اشار کلب کے اور میرے تعلق کو جانتے ہو" میں نے طنز سے کہا۔

"اس میں طنز کی کوئی بات نہیں" مائیکل بولا "میرے کچھ اصول بھی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں کسی عورت کو اپنا حریف نہیں سمجھتا"

"کیا جیک ڈل اس بوگس بیمہ کمپنی کا نمائندہ بن کر روز میری کے پاس نہیں گیا تھا جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے؟" میں نے مشتعل ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا اس خوف سے تم نے جیک ڈل کو قتل نہیں کیا کہ اس کا پکڑا جانا ناگزیر ہو گیا تھا اور تمہیں خدشہ تھا کہ وہ تمہارا بھانڈا پھوڑ دے گا؟"

مائیکل کچھ دیر حیرانی سے مجھے دیکھتا رہا۔ "چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ درست ہے کہ میری کوئی بیمہ کمپنی نہیں مگر میں نے تحفظ فراہم کرنے کے نام پر زبردستی پیسہ وصول کیا ہے۔ تم اسے غنڈہ ٹیکس کہہ سکتے ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ انکار کرنے والوں کو اپنی دھمکی کا یقین دلانے ... پر مجبور کرنے کے لئے میں نے چند دھماکے بھی کرائے تھے مگر میرا ارادہ کسی قسم کی قتل و غارت گری یا تباہی کا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ وارداتوں میں کل نو افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ وہ بھی اپنی بدقسمتی کے باعث۔ بم تو بہت معمولی قسم کے تھے اور باتھ روم میں رکھے گئے تھے اگر عین اس وقت کوئی وہاں نہ جاتا تو مارا بھی نہ جاتا۔ سینما ہال میں بھی بم اس وقت پھٹے جب شو جاری تھا اور کیبے میں صرف عملے کے لوگ تھے لیکن فائیو اسٹار کلب میں ستائیس افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ یقیناً وہ کوئی خطرناک قسم کا بم تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ میں جیک ڈل نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں۔ میری بات کو ماننا یا نہ ماننا تمہاری مرضی کی بات ہے۔ میں سرے سے انکار بھی کر سکتا تھا کیونکہ مجھے پکڑے جانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میں آج تک نہیں پکڑا گیا کیونکہ جو کچھ میں نے کیا اس کا ثبوت نہیں چھوڑا یہ بات تم بھی جانتے ہو۔" میں کچھ دیر مائیکل کی بات پر غور کرتا رہا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا اس کا ایک ثبوت اس کے لہجے کی صداقت تھی مگر دوسرا سب سے بڑا ثبوت وہ اعداد و شمار تھے جو اس نے پیش کیے۔ ابتدائی پانچ وارداتوں میں مرنے والوں کی نسبت چھٹی واردات میں ہلاک ہونیوالوں کی تعداد تین گنا تھی اور اس کا سبب مجھے معلوم تھا۔ فائیو اسٹار کلب میں پھینکا جانے والا دستی بم دوسری جنگ عظیم کے نمونے کا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کو ختم ہوئے بیس سال گزر چکے تھے اور اب میدان جنگ میں استعمال ہونے والے اس مہلک ہتھیار کا حصول عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ مائیکل کا کہنا صحیح تھا کہ اس بم کے مقابلے میں اس کے رکھے ہوئے بم بہت معمولی تھے۔

"نو افراد کا قتل بھی کوئی کم سنگین جرم تو نہیں ہے مائیکل۔" میں نے کہا۔

"میں نے زندگی میں اس سے کہیں زیادہ سنگین جرائم کئے ہیں۔" وہ مجھ سے نظریں چراتے ہوئے بولا۔ "اور میں نے کوشش کی تھی کہ محض دھمکی سے کام چل جائے۔"

"کیا تم اب بھی اپنی عیاشی کی ضروریات کو اتنی اہمیت دیتے ہو کہ تمہارے لئے چند افراد کی زندگی کو آمدنی بڑھانے کے لئے قربان کر دینا کوئی جرم نہیں۔" میں نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ میرا ارادہ قتل کا نہیں تھا۔" وہ چڑ کر بولا۔ "اور مجھ پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا۔ تم اور تمہارا قانون مجھے ایک قتل کے الزام میں بھی مجرم قرار نہیں دے سکتے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر قانون باہر سے دیکھتا ہے تو اندر سے آدمی کا ضمیر دیکھتا ہے۔"

وہ ہنسا۔ "میں تمہارے سامنے اعتراف کرتا ہوں اور لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں کہ میں نے اپنے ضمیر کو سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ کیا قانون میں ضمیر کے قتل کی کوئی سزا ہے؟"

بات اب واضح ہونے لگی تھی غیر متعلقہ حقائق میں سے مجرم کو قانون کی گرفت میں لانے والے۔ حقائق یوں نمایاں ہو رہے تھے جیسے رات کے دھندلکے سے رفتہ رفتہ دن کا اجالا پھوٹتا ہے میں جب مسٹر کارٹر کے دفتر پہنچا تو میرا استقبال ان کی سیکرٹری نے کیا۔

"کیا میں مسٹر کارٹر کا انتظار کر سکتا ہوں۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا اور اسے یوں دیکھا جیسے میں اس کے حسن بے مثال کے حضور ستائش کے جذبات کا وہ نذرانہ پیش کر رہا ہوں جو اس کا حق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنی عمر اسی دشت کی سیاحی میں گزارنے کے باوجود اس حسن کا صرف تصور کیا تھا یا اس کا ذکر داستانوں میں پڑھا تھا اور شاعر کے تخیل میں پایا تھا۔

"میرا خیال ہے۔" وہ میرے مستقل گھورنے سے پریشان ہو کر بولی۔ "مسٹر کارٹر آج دفتر نہیں آئیں گے۔ کل ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔"

"اوہ یس۔ میں اس وقت وہیں تھا۔" میں نے کہا۔ "میرا نام مورس ہے۔"

"آپ شاید پرائیویٹ سراغرساں ہیں۔" وہ بولی۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری شہرت گردہ مجرماں سے بڑھ کر حلقۂ مہوشاں تک پہنچ گئی ہے۔" میں اپنی تعریف سے خوش ہوا تھا اور وہ بھی اپنی تعریف سے خوش ہوئی تھی مگر اس نے کہا۔ "دراصل مجھے مسٹر کارٹر نے بتایا تھا کہ واردات کے وقت آپ اتفاق سے وہاں موجود تھے کیونکہ آپ وہاں جاتے رہتے ہیں۔"

"لیکن مجھے تو مسٹر کارٹر نے کبھی آپ کا نام نہیں بتایا۔" میں نے کہا۔

"اس میں بتانے والی بھلا کیا بات تھی۔" وہ حیرانی سے بولی۔ "سکرٹری تو سب ہی رکھتے ہیں مگر ان کا نام نہیں بتاتے پھرتے۔"

"ٹھیک ہے انگوٹھیوں میں اور زیورات میں تو سبھی دولت مند ہیرے پہن لیتے ہیں مگر کسی کے پاس کوہ نور جیسا ہیرا ہو تو وہ ضرور بتاتا ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے حسن کی اتنے کم الفاظ میں اور اتنے کم وقت میں اس سے زیادہ تعریف نہیں کی جا سکتی تھی

چنانچہ اسکا متاثر نہ ہونا ناممکن تھا۔ وہ شرمائی مسکرائی اور پھر اس نے ریسیور اٹھا لیا: "میں دیکھتی ہوں شاید وہ گھر پر مل جائیں اور آپ کو مزید شاعری نہ کرنی پڑے۔ ویسے میرا نام سارہ ٹیلر ہے۔"

مسٹر کارٹر گھر پر نہیں تھے، وہ مردہ خانے میں بھی نہیں تھے۔ تجہیز و تکفین کا انتظام کرنے والوں کے پاس بھی نہیں تھے مگر ایک شخص نے بتایا کہ وہ انتظامات مکمل کرکے "میوزیم آف وار ہسٹری" گئے ہیں۔ جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی تو میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "مس سارہ" میں نے کہا "اب تک مجھے صرف ایک بات کا علم تھا مگر قتل کا یقین کرنے کیلئے تین باتوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے طریق کار کو سبب کو اور مواقع کو۔ یہاں آنے سے پہلے مجھے صرف ایک بات معلوم تھی یعنی یہ کہ کل قتل کا موقع تلاش کرنے والے نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بہترین موقع ہے مگر حالات نے اس موقع کو غلط ثابت کر دیا۔ جب میں نے تمہیں دیکھا تو قتل کا سبب بھی میری سمجھ میں آگیا۔"

سارہ ٹیلر کا چہرہ پہلے زرد پڑ گیا۔ پھر سرخ ہو گیا۔ پھر اس نے کھڑے ہو کر برہمی سے کہا: "اس تمام بکواس کا مجھ سے کیا تعلق ہے مسٹر مورس؟"

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی" میں نے کہا "اب مجھے تیسری بات بھی معلوم ہو گئی ہے یعنی یہ کہ مسٹر کارٹر نے بیس سال پرانا دوسری جنگ عظیم کے نمونے کا دستی بم کہاں سے حاصل کیا تھا۔ وہ میوزیم آف وار ہسٹری کے اعزازی ڈائریکٹر بھی ہیں۔"

"تم مسٹر کارٹر پر اپنی بیوی کو قتل کرنے کا الزام لگا رہے ہو؟" وہ اسی لہجے میں بولی۔

"ہاں:" میں نے کہا "کیونکہ مسٹر کارٹر کی طرح میں بھی ایک مرد ہوں اور قانون کا پابند، باضمیر اور شریف ہونے کے باوجود میں اپنے بارے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر میری بھی تم جیسی کوئی سکریٹری ہوتی تو میں بھی اپنی بیوی کو قتل کر دیتا۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ میری بیوی ہے اور نہ میری سکریٹری۔ مگر مسٹر کارٹر فرشتہ تو نہیں ہیں۔" وہ پھر بیٹھ گئی اب اس کے چہرے پر برہمی کی جگہ خوف نے لے لی تھی۔ "مس سارہ" میں نے کہا "کیا مسٹر کارٹر کو اس اقدام پر اکسانے میں تمہارا ہاتھ تھا۔ کیا مسٹر کارٹر نے اپنی بیوی کو اسلئے قتل کیا کہ ان کے تم سے ناجائز تعلقات تھے؟"

"نہیں نہیں:" وہ نیم ہسٹریائی لہجے میں چلا کر بولی: "میرا مسٹر کارٹر سے کوئی ناجائز تعلق نہیں۔ میں صرف ان کی سکریٹری ہوں اور بس۔ مجھے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا۔ آپ مجھ پر یقین کریں مسٹر مورس۔ میں تو ان کا بہت احترام کرتی تھی کیونکہ وہ مجھ پر بہت مہربان تھے۔ ان کی شادی کو پچیس برس گزر چکے تھے اور میری تو ابھی عمر بھی پچیس برس نہیں ہوئی ہے۔ میں تو انہیں اپنے باپ کی طرح سمجھتی تھی۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی مجھے نہیں ہوئی مس سارہ" میں نے نرمی سے کہا۔ اب وہ باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی یوں جیسے میں نے اس پر قتل کی فرد جرم عائد کر دی ہے۔ "غلط فہمی مسٹر کارٹر کو ہوئی اور تمہیں ہوئی۔ تم نے ان کی مہربانی کو غلط سمجھا اور انہوں نے تمہارے احترام کا مطلب التفات نکالا۔ کیا تم نے کبھی ان سے کوئی ایسی بات کہی تھی یا ان سے کوئی ایسی بات سنی تھی؟"

"وہ ..... وہ تو۔ ہمارا مذاق چلتا ہی رہتا تھا" وہ بولی "وہ مجھے چھیڑتے تھے اور میں برا نہیں مانتی تھی۔ وہ مجھ سے کہہ دیتے تھے کہ آج تو تم قیامت لگ رہی ہو اور میں ہنس کر کہہ دیتی تھی کہ آپ بھی بڑے اسمارٹ لگ رہے ہیں۔ مگر ..... مگر اسکا یہ مطلب نہیں تھا مسٹر مورس جو انہوں نے سمجھا ....."

میرے پیچھے دروازہ بہت آہستہ سے کھلا اور اگرچہ میرے کان کسی آہٹ سننے کے منتظر نہیں تھے مگر سارہ کی نگاہ نے مجھے خبردار کر دیا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میں اچانک پلٹا۔ مسٹر کارٹر اب دروازہ بند کر چکے تھے اور ان کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ "میں بہت دیر سے دروازے کے پیچھے کھڑا تمہاری گفتگو سن رہا تھا" مسٹر کارٹر نے کہا ان کا لہجہ کسی شکست خوردہ آدمی کا لہجہ تھا "تم نے سارہ سے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ شاید سارہ نے بھی جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں۔ قصور سب میرا ہے۔ میں نے جو کچھ کیا بقائمی ہوش و حواس کیا لیکن ہوش و حواس کے باوجود میں عقل سے محروم تھا۔ میری آنکھیں سارہ کے حسن نے خیرہ کر دی تھیں۔ اور میں اندھا ہو گیا تھا۔ میں نے حقیقت کو دیکھا ہی نہیں۔ مجھے پچیس برس کی وہ رفاقت یاد نہیں رہی جس میں میری بیوی کا واحد جرم اس کی وفاداری تھا۔ وہ یقیناً اس سزا کی مستحق نہیں تھی۔ مگر آدمی کے ارادے اور اس کی نیت کبھی نہ کبھی شکست کھا جاتے ہیں۔ زندگی بھر وہ اپنے وجود کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور شیطان کو اخلاق اور قانون اور شرافت اور وفاداری کے حصار میں داخل نہیں ہونے دیتا مگر کہیں نہ کہیں کسی کمزور لمحے میں کوئی رخنہ پڑتے ہی شیطان اس حصار میں داخل ہو جاتا ہے اور عمر بھر کی ریاضت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات تو نہیں کسی رشتے اور کسی قسم کے قانون کا خیال کئے بغیر صرف ایک عورت کیلئے آدمی نے آدمی کا گلا کاٹا ہے اور حکومت کو الٹ دیا ہے اور زندگیوں کو تباہ کر دیا ہے۔"

میں اپنی جگہ پر منجمد کھڑا تھا اور سارہ اپنی کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھی تھی اور ہم اس شخص کا اقبال جرم سن رہے تھے جو ابھی کسی عدالت

مشہور امریکی مزاح نگار اور مصور آلیور ہرفورڈ کی زندگی میں ایک دور ایسا بھی آیا جب وہ پیسے پیسے کے لئے محتاج ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں وہ نیویارک کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہوٹل کے منیجر نے اس سے کمرے کے کرائے کی ادائیگی کے بارے میں کبھی نہیں کہا۔ تاہم وہ ہر ماہ ایک مہینے کا کرایہ اضافہ کر کے ہرفورڈ کو بل ضرور بھیج دیا کرتا۔ چھ آٹھ مہینوں کے بعد ایک دن منیجر کی ملاقات ہرفورڈ سے لابی میں ہوئی۔ رسمی سلام دعا کے بعد منیجر نے ہرفورڈ سے پوچھا:

"جناب۔ کیا آپ کو تازہ ترین بل مل گیا؟"

"جی ہاں" ہرفورڈ نے جواب دیا اور خاموشی اختیار کر لی۔

"کیا آپ کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں؟" منیجر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سوال کیا۔

"فی الوقت تو میرا جواب یہی ہے۔ تاہم اگر بل اسی طرح ہر ماہ بڑھتا رہا تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ مجھے بڑا کمرہ عنایت کریں"

میں جیتی نہیں ہوا تھا" مسٹر مورس۔ کیا آپ کو معلوم ہے میں نے جیک ڈل کو بلیک میل کیا تھا؟" میں نے اقرار میں سر ہلایا "اس کے سوا اور کسی طریقے سے آپ جیک ڈل کو اتنا بڑا جرم کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک بزدل آدمی تھا۔ چھوٹی چھوٹی چوریاں کرتا تھا۔ بڑی چوری اس نے جب بھی کی وہ پکڑا گیا۔ پچیس برس سے وہ جرائم کی زندگی گزار رہا تھا مگر اس کے ریکارڈ پر کوئی قتل یا ڈاکہ نہیں ہے۔ اس نے زیادہ سے زیادہ کار چرانے کی ہمت کی تھی مگر ہمیشہ ناکام رہا۔ میرا خیال ہے وہ بے وقوف آدمی تھا"

"تمہارا خیال درست ہے" مسٹر کارٹر نے کہا "اس بے وقوف نے مہینہ بھر پہلے میری کار چرانے کی کوشش کی تھی اور میں نے اسے عین وقت پر پکڑ لیا تھا لیکن میں نے اسے پولیس کے حوالے نہیں کیا اور اس سے کہا کہ اگر وہ میرا ایک چھوٹا سا کام کر سکے تو میں اس کے جرم کو معاف کر دوں گا۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ بم کار آمد ہے کیونکہ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ یہ صرف بم کا نمونہ ہے۔ بیس برس پرانا بم کار آمد کیسے ہو سکتا ہے اور وہ مان گیا میں نے کہا تم اسے کلب کے برآمدے میں پھینک دینا اس کے پھٹنے کا تو کوئی سوال نہیں مگر لوگ اسے دیکھ کر دہشت زدہ ہو جائیں گے اور بھگدڑ مچ جائے گی۔ اس زمانے میں اخبارات بم پھٹنے کی ان پانچ وارداتوں کی خبریں دے چکے تھے۔ میں نے جیک کو بہت سمجھا کر روزمیری کے پاس بھیجا تھا میں نے جیک سے کہا تھا کہ اس کلب کی مالک ایک عورت ہے۔ وہ فوراً ڈر جائیگی اور تمہیں خاصی رقم مل جائے گی۔ لیکن وہاں جیک کا واسطہ اسٹاورٹ سے پڑ گیا جس نے جیک کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ وہ بزدل آدمی تو تھا ہی مگر اس نے سوچا کہ وہ اس انعام سے کیوں محروم ہو جو میں نے اسے دینے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ اس نے بم پھینک دیا یہ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ بم پھٹ جائے گا چنانچہ جب بم پھٹا تو وہ بری طرح نروس ہو گیا اور بے تحاشا بھاگا جس کے نتیجے میں اس کی کار کی ٹکر ٹیکسی سے ہو گئی۔ وہ بچ کر نکل تو آیا لیکن پھر یہاں میرے پاس آکر چیخنے چلانے لگا کہ میں نے اسے بے وقوف بنا کر اس سے اتنا خطرناک کام کرا لیا۔ خوف سے اس کا برا حال تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اسے پہچاننے والے بہت ہیں۔ ان حالات میں اگر میں اس کا منہ بند نہ کرتا تو کیا کرتا" ریوالور اب بھی مسٹر کارٹر کے ہاتھ میں تھا اور اپنی ساری گفتگو کے دوران وہ ایک لمحے کے لئے بھی میری طرف سے غافل نہ ہوئے تھے۔

میں ان کے اس رضاکارانہ اعتراف جرم کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ اعتراف وہ میرے سوا کسی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے تھے؟ جو شخص شہر کا اگلا میئر بننے کا خواب دیکھ رہا ہو وہ مجرم کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرے میں جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا چنانچہ ان کے پاس رسوائی اور بدنامی سے بچنے کا صرف ایک راستہ تھا اور اگر وہ یہ راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے تو یہ بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ جو شخص اپنی جان لینے کا فیصلہ کر چکا ہو وہ مرتے مرتے کسی اور کی جان لینے کا فوری فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا مگر ان کے ذہن میں کہیں نہ کہیں یہ خیال موجود تھا کہ اس کا سبب سارہ کا قاتل حسن بھی ہے جس کے باعث انہوں نے اپنی وفاشعار بیوی کے علاوہ چھبیس بے گناہوں کی جان لی، جیک کو قتل کیا اور اپنے مستقبل کے خوابوں کو قتل کیا۔ میرا اندازہ درست تھا اچانک وہ سارہ کی طرف پلٹے۔

"اب تم کہتی ہو کہ یہ مذاق تھا" وہ بولے "تم کہتی ہو تو میں مان لیتا ہوں کہ یہ مذاق تھا مگر کبھی کبھی مذاق کا نتیجہ بڑا سنگین نکلتا ہے۔ قصوروار اگر میں ہوں تو تم بھی ہو۔ تمہارا حسن بھی ہے۔ تمہاری معصومیت بھی ہے!"

اس وقت اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے ہاتھوں سے وہ لمحہ نکل رہا ہے جو فیصلہ کن تھا اور میں نے نتائج کی پروا کئے بغیر عین اس وقت مسٹر کارٹر پر چھلانگ لگا دی جب وہ پہلی گولی سارہ پر چلا چکے تھے۔ نشانہ خطا ہو گیا اور میں نے بڑی آسانی سے وہ ریوالور اپنے قبضے میں کر لیا جبکہ دوسری گولی مسٹر کارٹر نے اپنے لئے رکھی تھی۔ پھر میں نے ٹیلی فون اٹھایا اور چارلس کا نمبر ملایا "چارلس۔ میں مورس بول رہا ہوں"

"یہ تمہارا ایک گھنٹہ ہوا۔؟" وہ چلا کر بولا "خیر پتہ لکھواؤ مجھے کہاں آنا ہے۔؟"